صحیفہ کا حالی نمبر ---تجزیاتی مطالعہ

فرزانہ رانی

Farzana Rani

Ph.D Scholar, Department of Urdu,
Allama Iqbal Open University, Islamabad.

Abstruct:

"Saheefa" is renowned research journal of Pakistan. Scholars need to consult its contents for the seek of knowledge, literary taste and to flourish their researches, common readers can get a pleasant food of knowledge as well. Since 1956, the year of its beginning, "Saheefa" got and has been maintaining a graceful status of a research among Urdu literary journals. It has been publishing valuable research works during his 65 years life.

"Saheefa" is also in practice of publishing its special numbers on special events and personalities accordingly, presenting their works and services appraise worthy.

Majlis Traqi e Adab published a special issue of "Saheefa" on the works and services of Molana Altaf Hussain Haali. In this special issue, a number of articles are included regarding great works and services of Maulana Altaf Hussain Haali for Urdu Literature and Muslims of Subcontinent. All writers of the articles threw light on different aspects through various angles on life and works of Maulana Altaf Hussain Haali.

The writer of this article highlighted the key features of mentioned articles in detail. She discusses the importance of each article in view of the life and achievements of Molana Altaf Hussain Haali towards Urdu Literature and social issues of the Muslims of the Sub-Continent.

Keywords: *Special, Issue, Flourish, Personality, Literature, Services, Subcontinent, Angles, etc.*

حالی کے تخلص سے دنیا میں مشہور ہونے والے مولانا الطاف حسین نام ور شاعر اور نقاد تھے۔ مولانا الطاف حسین حالی کا دور ہندوستان میں تمدن اور معاشرت کے زوال کا زمانہ تھا اور مغلیہ سلطنت بھی دم توڑ رہی تھی۔ اسی ماحول

میں حالی ۱۸۳۷ء میں پانی پت میں پیدا ہوئے۔[1] قدرت جس شخص سے کوئی کام لینا چاہتی ہے تو بعض اوقات اسے بچپن ہی میں ماں یا باپ کی آغوشِ شفقت سے محروم کر دیتی ہے۔ شاید اس لیے کہ جو بچے بچپن سے مصیبتیں اور صدمے اٹھاتے ہوئے جوان ہوتے ہیں، اُن کے دل دوسروں سے زیادہ نرم اور گداز ہو جاتے ہیں اور اسی کے ساتھ مضبوط بھی، چناں چہ باپ کے انتقال سے پہلے ہی الطاف حسین ماں کی شفقت سے محروم ہو چکے تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی یتیم ہونے کے بعد ان کے بڑے بھائی خواجہ امداد حسین نے چھوٹے بھائی کو اپنے سایۂ شفقت میں لے لیا۔ حالی کی ابتدائی تعلیم روایت کے مطابق ہوئی۔ بعد میں وہ بغیر بتائے گھر سے دہلی چلے گئے۔ وہ دِلّی میں دل لگا تعلیم حاصل کر رہے تھے اور ساتھ ہی شعر و سخن کی محفلوں سے لطف اندوز بھی ہو رہے تھے کہ ان کے دِلّی میں موجود ہونے کی خبر پانی پت پہنچ گئی، لہٰذا گھر والوں کے اصرار کے باعث ۱۸۵۵ء میں وہ بادلِ ناخواستہ پانی پت واپس آ گئے۔ ۱۸۵۶ء میں اُنھیں حصار میں کلکٹر کے دفتر میں ملازمت مل گئی۔

۱۸۶۱ء میں نوکری کی غرض سے ایک بار پھر گھر سے نکل کر دہلی آئے۔ دہلی میں اُن کی سر سیّد سے ملاقات ہوئی۔ وہ ان کی زبردست شخصیت، مضبوط سیرت اور سب سے زیادہ ان کے بلند مقصد سے بے حد متاثر ہوئے اور دل و جان سے سر سیّد کی مساعی میں اُن کے ساتھ شامل ہو گئے۔ اس کے بعد اُنھوں نے باقی زندگی اسی مقصد کے لیے وقف کر دی۔ سر سیّد کی اصلاحی تحریک کے لیے اُنھوں نے کئی کتابیں بھی تحریر کیں جن میں "مجالس النسا" لڑکیوں کی تعلیم کے لیے لکھی، مثنوی "برکھات"، مثنوی "نشاطِ اُمید"، مثنوی "حُبِّ وطن" بھی تحریر کیں اور ۱۸۷۹ء میں "مسدّس مدّ و جزرِ اسلام"، مطبع مجتبائی دہلی سے طبع ہو کر شائع ہوئی۔[2] دہلی ہی میں نوّاب مصطفٰی خاں شیفتہ اور غالب سے ملاقات ہوئی۔ دہلی ہی میں اُنھوں نے غالب کی شاگردی اختیار کی۔ غالب نے ان سے کہا کہ میں کسی کے شعر کی اصلاح نہیں دیا کرتا اگر تم شعر نہ کہو گے تو اپنے اوپر ظلم کرو گے۔[3]

مجلسِ ترقّیِ اَدب لاہور نے حالی کی خدمات کے اعتراف میں اپنے تحقیقی و علمی مجلّے "صحیفہ" کا ایک خاص شمارہ "حالی نمبر" کے طور پر شائع کیا۔ اس کی اشاعت جنوری تا جون ۲۰۱۵ء کے شمارے کے طور پر ہوئی اور یہ "صحیفہ" کا مسلسل شمارہ نمبر ۲۲۰– ۲۲۱ ہے۔ اس شمارے میں مدیرِ اعلیٰ ڈاکٹر تحسین فاروقی (صدر مجلس) مدیر افضل حق قرشی اور محمد ظہیر بدر معاون مدیر کے نام شامل ہیں۔ یہ شمارہ ۸۲۳ صفحات پر مشتمل ہے، آرٹ پیپر کے ۱۲ صفحات اس کے علاوہ ہیں۔ آرٹ پیپر پر ان کی کتابوں کے عکس شائع کیے گئے ہیں۔ اس خاص شمارے کے پہلے صفحے پر الطاف حسین حالی کی تصویر نمایاں ہے۔

"صحیفہ" کا یہ شمارہ اس کے ضخیم خاص شماروں میں اہم تر ہے۔ اس خاص شمارے میں یوں تو سارے مضامین اہمیت کے حامل ہیں لیکن اس مختصر مقالے میں سب کا تفصیلی جائزہ لینا مشکل ہے، لہٰذا ان میں سے کچھ کا یہاں قدرے مختصر جائزہ لیا جا رہا ہے جس سے اس خاص نمبر کی اہمیت واضح ہو سکے گی۔

اس خاص شمارے میں سب سے پہلے مدیرِ اعلیٰ کا "حرفے چند" ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ:

> "شمس العلما خواجہ الطاف حسین حالی (۱۸۳۷ء- ۱۹۱۵ء) کا شمار اُردو ادب کے عناصر خمسہ میں ہوتا ہے۔ وہ ایک کثیر الجہت شخصیت تھے۔ وہ بیک وقت شاعر، نقاد، محقق، سوانح نگار اور مصلح تھے۔ حالی؛ سرسید کے دست و بازو تھے جنھوں نے قومی تعلیم کے ذریعے اصلاح و ترقی کی بنیاد ڈالی اور اس بنیاد پر ایک عظیم الشان عمارت کھڑی کر دی۔ اس عظیم انسان اور نام ور ادیب و شاعر کو خراجِ عقیدت پیش کرنے کے لیے ہم نے یہ ارمغان ترتیب دیا ہے۔ ہماری کوشش رہی ہے کہ مشمولات کے توسط سے حالی کی شخصیت اور فکر و فن کی جامعیت اپنے پورے حسن کے ساتھ جلوہ آرا ہو۔ ہم مقالہ نگار حضرات کے شکر گزار ہیں جنھوں نے ہماری درخواست کو درخورِ اعتنا سمجھا اور ہمیں اپنی گراں قدر نگارشات سے نوازا۔ امید ہے کہ "صحیفہ" کا یہ نمبر حالی شناسی میں معاون ہو گا۔"(4)

مدیر افضل حق قرشی نے "حیاتِ حالی - ماہ و سال کے آئینے میں" کے عنوان سے مولانا حالی کی توقیت تحریر کی ہے۔ اس سے ایک نظر میں ہمارے سامنے حالی کی تمام زندگی کا ایک نقشہ سا کھنچ جاتا ہے۔ وہ زندگی میں جس طرح ترقی کرتے گئے اور آگے بڑھتے گئے، اس کی ایک مکمل تصویر ہمارے سامنے آتی ہے۔

"بوستان" مشہور کتاب ہے جو فارسی ادب میں شیخ سعدی شیرازی نے تحریر کی۔ اسی نام سے مولانا حالی نے ایک کتاب بچوں کی ضرورت کے لیے تحریر کی۔ اس کتاب کی پہلی اشاعت ۱۸۷۴ء میں لاہور سے ہوئی۔ یہ ایک کم یاب کتاب ہے۔ یہ اگرچہ مولانا حالی کی زندگی میں شائع ہوئی لیکن اب بہت سے لوگوں کو اس کی خبر نہیں۔ عبدالرشید نے اسے ڈھونڈ نکالا اور اس پر ایک تعارفی مضمون "بوستان" متعلّقہ حالی" لکھ دیا جو اس خاص نمبر میں شامل ہے۔ اس کتاب میں مولانا حالی نے نے شیخ سعدی شیرازی کی "بوستان" کے منتخب حصوں کا منثور اور منظوم ترجمہ بچوں کے لیے پیش کیا ہے۔

اصغر عباس نے "حالی اور سرسید" کے موضوع پر مقالہ لکھا ہے۔ انھوں نے اس مقالے میں حالی اور سرسید احمد خاں کے باہمی تعلقات پر بات کی ہے اور سرسید سے حالی کی اثر پذیری کے زاویے واضح کیے ہیں۔ انھوں نے تفصیل کے ساتھ دونوں شخصیات کے باہمی رابطوں کی تفصیل دی ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے مختلف واقعات بھی بیان کیے ہیں جن

سے حالی اور سید احمد خاں کے آپس کے تعلقات کی مزید وضاحت ہوتی ہے۔ اصغر عباس اس وقت سر سید شناسی میں اہم مقام رکھتے ہیں، چناں چہ انھوں نے حالی کے سر سید سے تعلقات کی نوعیت واضح کرنے کی جو بھرپور کوشش کی ہے، اس سے ان دونوں بڑی شخصیات کے بارے میں کئی باتیں واضح ہوتی ہیں۔

علی بیات نے نے اپنا مضمون " ادیب الممالک فراہانی کے مسمّط اور مولانا حالی کے "مسدّس" میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ " پر تحریر کیا ہے۔ ڈاکٹر علی بیات اس وقت تہران یونیورسٹی میں شعبۂ اُردو کے استاد ہیں۔ انھوں نے اپنے اس مضمون میں فارسی کے شاعر میر محمد صادق الحسینی معروف بہ مرزا صادق خان ملک بے ادیب الممالک فراہانی اور متخلص بہ میری کے مسمّط اور مولانا الطاف حسین حالی کی "مسدّسِ مدّ و جزرِ اسلام" کا تقابلی مطالعہ پیش کیا ہے۔ وہ مسمّط اور مسدّس کے حوالے سے ایک جگہ لکھتے ہیں:

> "مسدّس' کسی ایک مستقل صنفِ نظم کا نام نہیں بلکہ دراصل 'مسمّط' کی ایک شکل ہے لیکن اُردو میں مسدّس اور مسمّط میں فرق رکھا جاتا ہے۔ اگرچہ اس مضمون میں مستقل طور پر فارسی اور اُردو اَدب میں ان دونوں اصطلاحات کے بارے میں بحث کی گنجائش نہیں لیکن اس حد تک کہنا ضروری ہے کہ اُردو ادب میں یہ دونوں الگ الگ ہیئتیں شمار ہوتی ہیں، جب کہ فارسی میں مسدّس، مسمّط کا ایک ذیلی عنوان شمار کیا جاتا ہے۔ 'مسمط' ۔۔۔ اَدبی اصطلاح میں یہ فارسی کی ادبی روایت میں چند بندوں پر مشتمل ایسی نظم ہے جس کے ہر بند میں تین سے لے کر سات ہم وزن و ہم قافیہ مصرعے ہوتے ہیں۔ ان بندوں کو جداگانہ قافیے کا ایک مصرع، ایک دوسرے سے الگ کرتا ہے۔ ایسی نظم کے بندوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہیں لیکن ہر بند میں مصرعوں کی تعداد کے برابر ہونے کی عام طور پر پابندی کی جاتی ہے، جب کہ اُردو شاعری کی اصطلاح میں 'مسمّط' کے معنی ہیں وہ نظم جو تین تین، چار چار، پانچ پانچ، چھے چھے، سات سات، آٹھ آٹھ، نو نو، دس دس مصرعوں پر مشتمل دو یا دو سے زیادہ بندوں کی شکل میں لکھی جائے۔"(5)

شہاب الدین ثاقب کا تعلّق علی گڑھ مسلم یونیورسٹی سے ہے۔ انھوں نے اپنے مقالے میں مولانا حالی کی سوانحی تصنیف "یادگارِ غالب" کے حوالے سے مولانا حالی کی سوانح نگاری کا جائزہ لیا ہے۔ یہ کتاب نہ صرف مولانا الطاف حسین حالی کی، بلکہ اُردو کے سوانحی ادب میں بہت اہمیت کی حامل ہے۔ یہ مرزا غالب کی پہلی جامع اور معرکہ آرا سوانح عمری ہے۔ ایک نثر نگار کے طور پر مولانا حالی کی نیک نامی زیادہ تر جس کتاب کی وجہ سے ہے، وہ یہی کتاب ہے۔ مضمون نگار نے میں نے بڑی خوبی کے ساتھ پہلے تو "یادگارِ غالب" کا تفصیلی تعارف کرایا ہے، پھر اس پر بحث کرتے ہوئے مولانا حالی کے

بیانات کا تنقیدی جائزہ لیا ہے۔ اس طرح انھوں نے مولانا حالی کی سوانح نگاری کے بنیادی یا اہم نکات واضح کرنے کی کوشش کی ہے۔

بصیرہ عنبرین نے اپنے مقالے میں لکھا ہے کہ "مقدمۂ شعر و شاعری" کے دوسرے حصے میں مولانا الطاف حسین حالی نے اُردو کی مختلف اصناف میں اصلاح کے لیے تجاویز دی ہیں جن میں غزل بھی شامل ہے۔ تب سے آج تک اُردو غزل کے حوالے سے مولانا حالی کے اصلاحی اقدامات کا ذکر عام طور پر کیا جاتا ہے۔ اس مضمون میں مقالہ نگار نے ان اصلاحی تجاویز کی روشنی میں خود مولانا حالی کی غزل کا جائزہ لیا ہے۔ انھوں نے لکھا ہے کہ مولانا حالی کے بعد آنے والی تنقید اور شاعری پر اس کتاب نے بڑے اثرات مرتب کیے ہیں، اور یہ کہ حالی نے غزل کی اصلاح کے لیے جو تجاویز دیں، ان کے اثرات اُن کی غزلیہ شاعری میں کم اور نظمیہ شاعری میں زیادہ نظر آتے ہیں۔۔

مدیرِ اعلیٰ نے اپنے مقالہ "برِ عظیم میں مسلم تشخص کا مسئلہ اور حالی" کے موضوع پر لکھا ہے۔ ان کے مطابق حالی کی شاعری پیغمبرانہ شاعری ہے۔ جہاں غزلوں میں عشق و عاشقی ہے، وہاں نظموں میں اُنھوں نے پیغامبری کی ہے۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد اُن کے پیغام نے مسلمانوں کے دلوں میں درد پیدا کیا۔ چوں کہ اسلام سے محبت الطاف حسین حالی کے خون میں شامل ہے، لہٰذا اسی محبت نے حالی سے "مسدّس" اور "شکوۂ ہند" جیسی نظمیں لکھوائیں۔ (6)

"مسدّس" میں مسلمانوں کی تہذیب و تمدن کے جو خدوخال پیش کیے گئے ہیں، وہ دل میں گداز پیدا کرتے ہیں۔ "مسدّس" کے چھپتے ہی سارے ہندوستان میں اس کی شہرت ہوگئی۔ حالی کے اندرون میں یہ خدشہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا کہ ہندوستان میں مسلمانوں کا تشخص گم ہو کر نہ رہ جائے۔ اسی لیے اُنھوں نے "مسدّس" کے پہلے ہی شعر میں یہ بات کی:

رخصت اے ہندوستاں ! اے بوستانِ بے خزاں
رہ چکے تیرے بہت دن ہم بدیسی میہماں (7)

اس شعر سے اندازہ ہوتا ہے کہ حالی کے نزدیک ہندوستان میں مسلم تشخص کا مسئلہ زیادہ اہم رہا ہے۔

شاہد حمید اپنے مقالے "جدید اُردو نثر کا بانی" میں لکھتے ہیں کہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے بعد مسلمان ذہنی، سماجی اور معاشرتی طور پر بہت بری طرح بدحال ہوگئے تھے۔ ایسے میں سر سیّد نے اپنے ہم خیال رفقاے کار جمع کیے اور ان میں سے ہر ایک کے ذمے ایک خاص کام سپرد کر دیا۔ اُنھوں نے پوری ایک جماعت تیار کی جس نے اُن کی ہدایت پر کتابیں لکھیں۔ مثلاً ڈپٹی نذیر احمد نے "مراۃ العروس"، "بنات النعش"، "توبۃ النّصوح" اور "محصنات" جیسی ناولیں لکھیں۔ مولوی چراغ علی نے علمی اور سائنسی مضامین تحریر کیے ۔ اسلامی موضوعات پر کتابیں تحریر کر کے اسلام کی حقانیت واضح کی؛ حالی، سر سیّد کے کہنے پر "مدّ و جزرِ اسلام" لکھنے پر آمادہ ہوئے۔ شبلی نعمانی اور نذیر احمد نے

سر سیّد سے الگ ہو کر بھی اپنی سر گرمیوں کو جاری رکھا لیکن حالی پر سر سیّد کی گہری چھاپ لگ گئی۔ اسی لیے حالی کی اُردو نثر پر سر سیّد احمد کا گہرا اثر نمایاں ہے۔ حالی کی نثر میں سیدھی سادی عبارتیں ہوتی ہیں اور سادگی میں درد اور لوچ ہوتا ہے۔ حالی کی نثر پڑھنے والوں کو مرعوب نہیں کرتی۔ ان کی تحریروں میں فلسفانہ گفتگو نہیں ہوتی۔ حالی کی اُردو نثر میں سوانحی کتابیں: "یادگارِ غالب"، "حیاتِ سعدی" اور "حیاتِ جاوید" جدید اُردو نثر میں اہم کارنامے تصوّر کیے جاتے ہیں۔ اسی لیے حالی کو بھی جدید نثر کا بانی کہا جاتا ہے۔ [8]

حافظ محمود شیرانی اپنے مقالے "حالی کا کلام -- ایک مطالعہ" میں لکھتے ہیں کہ انسان کی طبیعت دو چیزوں سے مل کر بنی ہے: ایک ظاہری، دوسری باطنی۔ ظاہری طبیعت میں آس پاس کا ماحول بہت اہمیت کا حامل ہوتا ہے اور یہی ماحول اس کی شخصیت میں پروان چڑھتا ہے۔ دوسرے، انسان کی باطنی شخصیت اس کے اندر اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے جس سے وہ بنا ہے۔ جس فطرت پر اللہ تعالیٰ نے اس کو بنایا ہے، وہ اسی کے مطابق اپنے افعال انجام دیتا ہے۔ انھی دو چیزوں سے مل کر اس کی شخصیت بنتی ہے۔ انھی کی وجہ سے طبیعت میں سادگی اور بناوٹ آتی ہے۔ شعر کا کہنا بھی اللہ تعا لیٰ کی طرف سے ایک خاص انعام ہے۔ یہ ہر ایک کے بس کی بات نہیں ہوتی۔

حافظ محمود شیرانی نے اپنے مقالے میں حالی کی طبیعت کے بارے میں لکھا ہے کہ حالی ایک فطری شاعر تھے۔ ان کے کلام میں بناوٹ نہیں ہے۔ ان کی شاعری میں وہ تمام خوبیاں موجود ہیں جو ایک فطری شاعر میں ہونی چاہئیں۔ ان کے کلام میں سادگی پائی جاتی ہے۔ حالیؔ کے کلام پر نواب مصطفیٰ خاں شیفتہ کا اثر بھی نمایاں نظر آتا ہے۔ اُنھوں نے انگریزی الفاظ و محاورات کے ترجمے، اسلوب بیان اور عبارت کی درستی پر بھی کام کیا۔ حالی نے غزل کے فکری پہلوؤں پر زیادہ غور و خوض کیا اور بہت سی اصلاحات بھی پیش کیں۔ انھوں نے غزل پر جو نکتہ چینی کی، وہ اصلاحی تھی کہ غزل میں صرف حسن و عشق کی شاعری سے اجتناب کیا جائے۔ [9]

عبد الرحمن بجنوری نے اپنے مقالے "حالی" میں حالی کی ادبی زندگی کو تین ادوار میں تقسیم کیا ہے۔ حالیؔ کی شاعری کا پہلا دور غالب کی شاگردی کا زمانہ ہے۔ اس وقت ان کا عہدِ شباب تھا۔ اس دور کا کلام غزلیات کی صورت میں ملتا ہے۔ محبت کا جذبہ اگرچہ شاعری کے بغیر نامکمل رہتا ہے، پھر بھی حالی کا قدیم کلام اُس زمانے کے مشہور شعرا داغ اور امیر وغیرہ کے کلام کے مقابلے میں نہیں لایا جاسکتا۔ حالی کا دوسرا دور مسلمانوں کے زوال کا دور تھا۔ اس دور میں مسلمان محکوم ہو چکے تھے اور نئی روشنی کے جال میں پھنس چکے تھے۔ ١٨٥٧ء کے بعد جب مسلمان حکومت سے بے دخل ہو گئے تو ان حالات میں سر سیّد احمد خاں وہ واحد شخص تھے جنھوں نے مسلمانوں کو ایک اُمّید دلائی اور اپنے ساتھ ایک ایسی جماعت تیار کی جو ان حالات کا مقابلہ کر سکے۔ ان کا مقصد تلوار سے نہیں بلکہ قلم سے آنے والی نسلوں کو جدید زمانے کے لیے تیار کرنا تھا۔ [10] حالی کی "مسدّس مدّ و جزرِ اسلام"، چند قومی نظمیں اور جدید غزلیات اسی زمانے کے افکار کا نتیجہ ہیں

۔"مسدّس" کا پہلا بند عرب کی ابتدائی حالات قبل از اسلام کے بارے میں ہے، پھر اسلام کا غالب آنا۔ یہ مضامین "مدّ و جزر اسلام" میں خوبی کے ساتھ بیان کرنا مولانا حالی ہی کا کام تھا۔ ان کے دیگر کلام میں "برکھا رُت"، "نشاطِ اُمّید"، "حُبِّ وطن"، "مناظرۂ رحم و انصاف" وغیرہ کی نظمیں ہندوستان کی درسی کتابوں میں شامل ہوتی آرہی ہیں۔ "مدّ و جزرِ اسلام" کے بعد جو نظمیں وجود میں آئیں، ان میں "شکوۂ ہند" وہ نظم ہے جس میں زوالِ اسلام کی عکس بندی کی گئی ہے۔ حیاتِ حالیؔ کا تیسرا دور ۱۸۹۸ء کے بعد کا ہے جب سر سیّد اس دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔ وہ اس دنیا میں نہیں رہے لیکن ان کا کام باقی رہا۔ مولانا حالی نے فارسی میں ان کے لیے مرثیہ لکھا۔ ایک مرثیہ غالب کے لیے بھی لکھا۔[10]

رشید حسن خاں نے اپنے مقالے "غزلیات حالی کا ایک جائزہ" میں لکھا ہے کہ حالیؔ نے غزلیات مختلف درجوں میں لکھی ہیں۔ "مقدّمہ" ادب کے لیے اور غزلیں عاشقوں کے لیے لکھی ہیں۔ حالی کے مقدمے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ان کی سنجیدگی، تعریف اور انداز بیاں ایسا ہے جس سے بہت سے ناقدین محروم ہیں۔ جب "مسدّسِ حالی" عوام کی نظر سے گزری تو اس وقت اس کی خوب دھوم ہوئی۔ حالی کی ۱۱۳ غزلوں میں قدیم و جدید کا با آسانی امتیاز کیا جا سکتا ہے۔ ان میں بہت سی غزلیں ایسی ہیں جن میں مولانا نے خویش زمانے اور عمر کی رعایت ملحوظ خاطر رکھی ہے۔ شوخی اور بے ساختہ پن بھی ان میں نظر آتا ہے۔ مولانا حالی کی کچھ غزلوں میں اصلاحی پہلو سے زیادہ مرثیے کا رنگ نظر آتا ہے۔ ان کی غزلوں میں قوم کے لیے ایک درد ٹپکتا ہوا محسوس ہوتا ہے جسے پڑھ کر دل نرم پڑ جائے۔ اس طرح کے کلام میں حالی ایک ناصح کے روپ میں نظر آتے ہیں۔ ان کی غزلوں میں حالی کے دل کی آواز محسوس ہوتی ہے۔ ان کے کلام میں پیچیدگی نہیں سادگی ہے۔ اہم بات یہ ہے کہ ان کے کلام میں سادگی جاذب دل ہے، اس لیے ہر شعر ان کے دل سے نکلتا ہے، جس طرح انسان جس قدر مشکلات سے دوچار ہوتا ہے، اُتنا ہی وہ مضبوط ہو جاتا ہے۔[11]

فیض احمد فیضؔ اپنے مقالے "نظیر اور حالی" میں لکھتے ہیں کہ حالی اور نظیر کی طبعیت میں یوں تو زمین و آسمان کا فرق ہے لیکن اس اختلاف کے باوجود دونوں کی شاعری میں بہت سی باتیں مشترک ہیں۔ دونوں ءکو باغی شعرا بھی کہتے ہیں اور دونوں کے کلام میں بیزاری بھی نظر آتی ہے۔ حالی کے کلام میں جہاں بڑھاپے کی متانت نظر آتی ہے، وہاں نظیر کی شاعری میں جوانی کا جوش نظر آتا ہے۔

ان دونوں کی شاعری کا تجزیہ کیا جائے تو حالی کی نظموں کے ناموں "مناظرۂ رحم و انصاف"، "ایکے کا مناظرہ"، "حُبِّ وطن" اور نظیر کی نظموں کے ناموں "کوڑی کا فلسفہ"، "روپے کا فلسفہ"، "آٹے دال کا فلسفہ"، "مکھی"، "ریچھ کا بچہ" وغیرہ میں خاصی مماثلت دکھائی دیتی ہے۔ "مسدّس" سے پہلے کی حالی کی شاعری عشق و عاشقی کی شاعری تھی۔ اگر حالی "مسدّس" نہ لکھتے تو ان کو جدید دور کا شاعر مانا جاتا۔ نظیر اپنی شاعری میں نقش و نگار نہیں بناتے وہ شاعری میں تصویر کشی کرتے نظر آتے ہیں۔ حالی کی غزلوں میں ایک تو قوم کا درد، دوسرے اپنے وطن کی محبت ہے۔ ان کی شاعری میں سوز

وگداز بھرا ہوا ہے۔ حالی کی عظمت "مسدّس" کی وجہ سے بڑھ جاتی ہے۔

سید وقار عظیم اپنے مقالے "حالی کی مجالس النسا" میں لکھتے ہیں کہ "مجالس النسا" ۱۸۷۴ء میں "مراۃ العروس" کے تقریباً پانچ سال بعد اور "بنات النعش" کے تقریباً اڑھائی برس بعد لکھی گئی۔ کتاب زیادہ ضخیم نہیں ہے۔ اس میں ابواب کی جگہ 'مجالس' کا لفظ استعمال کیا گیا۔ اس کتاب میں کل نو مجلس ہیں۔ ہر مجلس میں عورتوں کے لیے ایک سبق موجود ہے۔ اس کتاب میں عورتوں کو معاشرے میں رہن سہن کے طریقے بتائے گئے ہیں۔[12]

پہلی مجلس عورتوں کی تعلیم سے متعلق ہے اس میں واضح کیا گیا ہے کہ عورتوں کی تعلیم بہت ضروری ہے۔ دوسری مجلس میں یہ بتایا گیا ہے کہ کھیل کھیل میں بچوں کو کس طرح پڑھایا جائے۔ تیسری مجلس توہم پرستی اور ہندی مسلمانوں کی بے جا رسوم سے متعلق ہے۔ چوتھی مجلس میں لڑکیوں کو سلائی کڑھائی کے طریقے سکھائے گئے ہیں۔ پانچویں مجلس میں رسم ورواج کے بارے میں بتایا گیا ہے، جب کہ دوسرے حصے میں بتایا گیا ہے کہ ان تمام چیزوں کے بغیر زندگی ناممکن ہے اور یہی نصب العین سرسیّد احمد کا مشن رہا ہے۔ چھٹی مجلس میں بتایا گیا ہے کہ انگریزوں کے پھیلائے ہوئے علم کی روشنی میں ہمیں بری رسموں کے اندھیروں سے نکال کر عقل و فہم کی راہ دکھائی ہے۔ "مجالس النسا" میں عورتوں سے متعلّق تقریباً سبھی اہم اور روزمرّہ میں کام آنے والے مسائل کو زیر بحث لایا گیا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ حالی پر نذیر احمد کی تحریروں کا اثر زیادہ تر نظر آتا ہے۔

مضمون کی طوالت کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے مقالات و مضامین کے مفصّل جائزے کا سلسلہ یہاں ختم کیا جاتا ہے۔ اس کی جگہ یہاں اس خاص شمارے کے بقیہ مضامین کی فہرست درج کی جاتی ہے، تاکہ قارئین کو اس خاص نمبر کی علمی اہمیّت کا اندازہ ہو سکے۔

1۔	خود نوشت سوانح حیاتِ حالی	
2۔	خواجہ حالی کی دو تصویریں:	سرراس مسعود
3۔	مولانا حالی کی ذرّہ نوازی:	شبلی نعمانی
4۔	نوادرِ حالی:	افضل حق قرشی
5۔	دِلّی کا نوابی مشاعرہ اور مولانا حالی:	قاسم علی سجن لال
6۔	مولانا حالی کی اُردو شاعری:	خواجہ محمد زکریا
7۔	حالی اور غزل:	شیخ عبد القادر
8۔	حالی کی غزل گوئی:	حامد حسن قادری
9۔	حالی اَدبی مجدد کی حیثیت سے:	اسلوب احمد انصاری

10۔	اُردو کا واعظ شاعر:	عبد الماجد دریابادی
11 ۔	حالی سے اقبال تک:	حمید احمد خاں
12 ۔	رباعیات حالی پر ایک نظر:	افتخار احمد صدیقی
13۔	حالی کی مثنویاں:	محمد عقیل
14 ۔	حالی بحیثیت قصیدہ گو:	ابو محمد سحر
15 ۔	حالی کے شخصی مرثیے:	مسیح الزمان
16۔	حالی ایک محبِّ وطن کی حیثیت سے:	ذاکر حسین
17۔	حالی کا پیغام:	ممتاز حسن
18 ۔	حالی کا پیغام:	صلاح الدین احمد
19 ۔	ملی نشاۃ الثانیہ کا نقیب۔ حالی:	غلام حسین ذوالفقار
20 ۔	حالی اور "مسدّسِ مدّ و جزرِ اسلام":	جیلانی کامران
21 ۔	"مسدّسِ حالی" کے دو منظوم پنجابی تراجم:	ارشد محمود ناشاد
22۔	"مسدّسِ مدّ و جزرِ اسلام" کے تین جواب:	سید مبارز الدین رفعت
23 ۔	اصلاح کلام حالی کی مثال:	ابو النصر خالدی
24 ۔	حالی کی فارسی شاعری:	غلام مصطفیٰ خاں
25 ۔	مولانا حالی عربی شاعر ادیب کی حیثیت سے:	ظہور احمد اظہر
26۔	حالی خطوط کی روشنی میں:	خورشید الاسلام
27 ۔	حالی خطوط کی روشنی میں:	شیخ چاند
28۔	اُردو ادب میں حالی کا درجہ:	آل احمد سرور
29۔	"مقدّمۂ شعر و شاعری":	سید احتشام حسین
30 ۔	حالی کا "مقدّمۂ شعر و شاعری":	محمد احسن فاروقی
31 ۔	حالی نقاد کی حیثیت سے:	شوکت سبز واری
32 ۔	حالی بحیثیت نقاد:	طارق ہاشمی
33 ۔	حالی کا تصویرِ شعر اور ہمارا تنقیدی شعور:	ممتاز حسین
34 ۔	اُردو تنقید میں حالی کا مرتبہ:	نائلہ فردوس

35 ۔	حالی اور پیروی مغربی:	برجموہن دتاتریہ کیفی
36 ۔	حالی اور ہماری تہذیبی کشاکش:	مبین مرزا
37۔	حالی اور سماجی اصلاحات:	معین احسن جذبی
38 ۔	بے زبانوں کی زبان حالی:	صالحہ عابد حسین
39 ۔	مولانا حالی چند یادیں:	ابو الکلام آزاد
40 ۔	حالی:	مولوی عبد الحق
41 ۔	مولوی حالی فرید آباد میں:	سید ہاشمی فرید آبادی
42 ۔	مولانا الطاف حسین حالی:	خواجہ محمد عبد المجید
43 ۔	حالی:	خواجہ غلام الثقلین
44 ۔	مولوی خواجہ الطاف حسین حالی:	خواجہ عبد المجید
45۔	خواجہ حالی علیہ الرحمۃ کا پرسہ اور باہمی تعلقات کا قابل ذکر تذکرہ:	سید احمد دہلوی
46 ۔	شمس العلماء مولانا حالی مرحوم و مغفور:	سید جالب دہلوی
47 ۔	مولانا حالی کے چند حالات:	محمد یحیٰ تنہا
48۔	شمس العما خواجہ الطاف حسین حالی پانی پتی:	عبد الرزاق کان پوری
49 ۔	خواجہ الطاف حسین حالی:	شیخ محمد اکرام

حوالہ جات

1 ۔ صالحہ عابد حسین، یاد گارِ حالی، انجمن ترقّیِ اُردو ہند، علی گڑھ، صفحہ ۱۱۔

2 ۔ ایضاً، صفحہ ۱۲۔

3۔ تحسین فراقی، برِّعظیم میں مسلم تشخّص کا مسئلہ اور حالی، سہ ماہی" صحیفہ"، لاہور: شمارہ نمبر ۲۲۰۔ ۲۲۱، جنوری تا جون ۲۰۱۵ء (لاہور، مجلسِ ترقّیِ اَدب، ۲۔کلب روڈ)، صفحہ ۳۲۹

4۔ تحسین فراقی، حرفے چند، ایضاً، ص ۹، ۱۰

5۔ علی بیات، ادیب الممالک فراہانی کے مسمّط اور مولانا حالی کے "مسدّس" میں مشترکات کا تقابلی مطالعہ"، ایضاً، ص ۱۰۹

7،6۔ تحسین فراقی، برِّعظیم میں مسلم تشخّص کا مسئلہ اور حالی، ایضاً، ص ۳۳۰

8 ۔ شاہد حمید، جدید اُردو نثر کا باوا، ایضاً، ص ۴۷۵

9 ۔ حافظ محمود شیرانی، حالی کا کلام ایک مطالعہ، ایضاً، ص ۱۶۲

10 ۔ عبد الرحمن بجنوری، حالی، ایضاً، ص ۱۸۰

11 ۔ رشید حسن خاں، غزلیاتِ حالی کا ایک جائزہ، ایضاً، ص ۱۸۰

12۔ سید وقار عظیم، حالی کی "مجالس النسا"، ص ۴۴۶